بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ جرمنی

جماعت احمدیہ

اخبار احمدیہ

جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر صاحب انچارج شعبہ تصنیف مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر18 شمارہ نمبر02 ماہ تبلیغ 1392 ہجری شمسی بمطابق فروری 2013ء

قرآن کریم

وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ ؕ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ

(الجمعة:۴)

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

(ترجمہ از حضرت خليفة المسيح الرابع رحمه الله تعالیٰ)

حدیث مبارکہ

یَنۡزِلُ عِیۡسٰی ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَی الۡاَرۡضِ فَیَتَزَوَّجُ وَ یُوۡلَدُ لَہٗ

ترجمہ:

''عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نازل ہونگے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی'

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیه السلام

پیشگوئی مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔۔۔۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفرّ تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اسکا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا وہ صاحب شکوہ و عظمت و دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے)۔دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الاول والآخر مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کی عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا و کان امراً مقضیًّا''

(روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۶۴۷)

حدیث وتشریح

سات تباہ کرنے والی چیزیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبٰوا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

(بخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اے مسلمانو! تمہیں سات تباہ کرنے والی باتوں سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہئے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سات باتیں کون سی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (۱) کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا (۲) نظر فریب باتوں کے پیچھے لگنا (۳) کسی انسان کو ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال غصب کرنا (۶) جنگ میں دشمن کے سامنے پیٹھ دکھانا اور (۷) بے گناہ مومن عورتوں پر بہتان باندھنا۔

تشریح: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سات ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں جو بالآخر افراد اور قوموں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم بات شرک ہے جس کے معانی خدا کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک قرار دینا ہے۔ شرک ایمانیات کے میدان میں جُرم نمبر 1 کا حکم رکھتا ہے اور بالواسطہ طور پر شرک کے نتیجہ میں اخلاق پر بھی بھاری اثر پڑتا ہے۔ شرک دو قسم کا ہے ایک شرک ظاہر ہے اور دوسرے شرکِ خفی، شرک ظاہر تو یہ ہے کہ کسی انسان یا کسی دوسری چیز کو خدا کے برابر یا خدائی حکومت میں حصہ دار یا خدائی صفات کا مالک قرار دیا جائے۔ جیسا کہ ہندو خدا کے علاوہ بہت سے دیوتاؤں کو مانتے ہیں اور انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں یا جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور اس کی صفات اور حکمت میں حصہ دار یقین کرتے ہیں۔ اور شرک خفی یہ ہے کہ بظاہر تو خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور خدا کی توحید کا مدعی بنا جائے مگر عملاً کسی دوسری چیز کی ایسی عزت کی جائے جو صرف خدا کی کرنی چاہئے۔ یا کسی دوسری چیز پر ایسا بھروسہ کیا جائے جو صرف خدا کے شایانِ شان ہے یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ایسی محبت کی جائے جو صرف خدا کے ساتھ ہونی چاہئے یا کسی دوسری چیز سے ایسا ڈرا جائے جو صرف خدا کا حق ہے اس قسم کا مخفی شرک بدقسمتی سے آج کل بہت سے مسلمانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسلام ان دونوں قسم کے شرکوں یعنی شرک ظاہر اور شرک خفی سے بچنے کا حکم دیتا ہے اور دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شرک کے اجتناب یعنی توحید کے مفہوم میں خدا پر ایمان لانے کے علاوہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا بھی شامل ہے کیونکہ رسالت ہی کے ذریعہ دنیا میں حقیقی توحید قائم ہوتی ہے۔ بہر حال اسلام میں شرک کے خلاف انتہاہی تاکید پائی جاتی ہے اور ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ شرک ظاہر اور شرک خفی دونوں سے بچ کر رہے۔ شرک خفی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کس لطیف انداز میں فرماتے ہیں کہ:

ہر چہ غیر خدا بخاطر تست — آن بتِ تست اے بایماں سست

پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں — دامن دل زوست شان برہاں

''یعنی ہر وہ چیز جو تیرے دل میں خدا کے مقابل پر جاگزیں ہے وہ تیرا بُت ہے اے سست ایمان والے شخص! تجھے چاہئے کہ ان مخفی بتوں کی طرف سے ہوشیار رہ اور اپنے دل کے دامن کو ان بتوں سے بچا کر رکھ''

دوسری بات اس حدیث میں سحر بیان کی گئی ہے سحر کے معنی عربی زبان میں اسی چیز کے ہیں جو نظر فریب ہو یعنی جس میں ایک چیز کی اصل حقیقت پر پردہ ڈال کر اسے دوسری شکل میں پیش کر دیا جائے۔ اور جھوٹ کو سچ بنا کر دکھایا جائے اس قسم کا سحر جھوٹ کی ایک بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں جھوٹ کے ساتھ دھوکے اور چالاکی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے اسی لئے عربی میں ملمع سازی کو بھی سحر کہتے ہیں مثلاً جب ایک چاندی کی چیز پر سونے کا پانی پھیر کر اسے سونے کے طور پر پیش کیا جائے تو اسے عربی میں سحر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی طرح عربی میں اس چیز کو بھی سحر کہتے ہیں۔ جس میں فریب کے طریق پر اخفاء اور راز داری کا رنگ اختیار کیا جائے۔ اسلام ان سب باتوں کو ناجائز قرار دیتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اخلاق پر نہایت بُرا اثر ڈالنے والی، عادات کو پیچیدہ بنانے والی اور آپس میں بدگمانی اور تفرقہ اور انشقاق پیدا کرنے والی ہیں اور عرف عام والے سحر کی ملمع سازی اور دھوکا دہی تو ظاہر وعیاں ہے جس کے متعلق کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں سحر کے معنی فتنہ وفساد کے بھی ہیں اور اس صورت میں بھی سحر کی خرابی ایک بدیہی امر ہے اور اگلے فقرہ میں قتل کا ذکر اس مفہوم پر ایک عمدہ قرینہ ہے۔

تیسری بات قتلِ ناحق بیان کی گئی ہے۔ اسلام نے قتل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور قتلِ عمد کی سزا موت مقرر کی گئی ہے جسے سوائے ایسی صورت کے بدلا نہیں جا سکتا کہ جب فریقین اصلاح کے خیال سے موت کی سزا کو دیت یعنی خون بہا کی صورت میں بدلنے پر رضامند ہو جائیں اور حاکمِ وقت بھی اسے منظور کر لے۔ اور یہ بقیہ صفحہ ۴

مشعلِ راہ

علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پیشگوئی مصلح موعودؓ کی ایک علامت ''علوم ظاہر و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ اور غیروں کے حوالے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''پھر علوم ظاہری باطنی جو قرآن کریم کا دینی علم ہے اس کے بارہ میں غیروں کا کیا کہنا ہے۔

علامہ نیاز فتح پوری صاحب مدیر ماہنامہ نگار لکھتے ہیں کہ ''تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل ونقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر وفراست، آپ کا حسن استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ھود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھولاء بناتی کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے''

(الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء۔ صفحہ ۳۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵)

۔۔۔۔ پھر قرآن کریم کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں کہ:

''قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، ان کا اللہ (تعالیٰ) انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق ومعارف کی جو تشریح وتبیین وترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے''

(بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۳۲۵)

علوم ظاہری وباطنی سے پُر کئے جانے کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود لکھا ہے کہ ''اس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا (تعالیٰ) کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے'' اور پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ ''یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہاں ''پُر کیا جائے گا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حساب اور سائنس اور جغرافیہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھایا جاتا ہے پس پیشگوئی کے ان الفاظ کا کہ ''وہ علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا'' یہ مفہوم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآن سکھلائے جائیں گے اور (خدا تعالیٰ) خود اس کا معلم ہوگا''

(انوار العلوم۔ جلد ۷ صفحہ ۵۶۵)

اس ضمن میں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے سکھایا آپؓ ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑا ہوں مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ آسمان پر سے مجھے ایسی آواز آئی جیسے گھنٹی بجتی ہے یا جیسے پیتل کا کوئی کٹورا ہو اور اسے ٹھکوریں تو اس میں سے باریک سی ٹن ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آواز اور بلند ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ تمام جوّ میں پھیل گئی، (تمام آسمان میں پھیل گئی) اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز متشکل ہو کر تصویر کا چوکٹھا بن گئی پھر اس چوکٹھے میں حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی اور اس میں ایک نہایت ہی حسین اور خوبصورت وجود کی تصویر نظر آنے لگی تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور کہنے لگا میں فرشتہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہیں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں میں نے کہا سکھاؤ وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب و ایاك نعبد و ایاك نستعین تک پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جس قدر مفسرین گزرے ہیں ان سب نے یہیں تک تفسیر کی ہے لیکن میں تمہیں آگے بھی سکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ چنانچہ وہ سکھاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر اس نے مجھے سکھا دی'' (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۷۰)

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ ''دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا باطنی علوم سے مراد وہ علوم مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص ہیں جیسے علم غیب ہے جسے وہ اپنی ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ظاہر ہو وہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں'' (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۷۹)

(الفضل انٹرنیشنل 13 مارچ 2009ء 19 مارچ 2009ء ۔۔۔)

خدا تعالیٰ کی صفات کے

مظہر تام

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قسط دوم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امتیاز رنگ و نسل کی ممانعت

اس کے علاوہ آپؐ نے نسلی امتیاز کو مٹایا۔ عیسائیوں کے گرجوں میں امراء و غرباء کی کُرسیاں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں، ہندوؤں میں کوئی اچھوت ہے اور کوئی برہمن، یہودیوں میں کوئی بنی ہارون اور کوئی بنو لاوی مگر آپؐ نے فرمایا کہ نسلی امتیاز کوئی شئے نہیں۔ تم میں سے جو نیکی کرے وہ بڑا ہے ۲۴ اور جو شریر ہو، جھوٹ بولے اور بُرے اعمال کرے وہ خواہ کسی قسم سے ہو، وہ بُرا ہے۔۔۔

رحمانیت

الہام الٰہی

پھر رحمانیت آتی ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ جو چیز اس نے پیدا کی ہے، اس کے استعمال کے سامان اور ذرائع بھی مہیا کر دیئے۔ اس کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ کیا غیر مستحق کے کام کو چلانے کے لئے بھی آپؐ نے کوئی سامان کیا ہے یا کام کرنے سے پہلے اس کے چلانے کے لئے آپؐ نے کوئی انتظام کیا ہے۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ کَسب کے بغیر جو چیز ملتی ہے، وہ الہام ہے۔ آپؐ کے زمانہ میں الہام کا دروازہ بند تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ وحی کا دروازہ اب بند ہے اور الہام پہلوں پر ختم ہو چکا آئندہ نسلوں کے لئے اسے پانے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ آپؐ نے انسانوں کے احساسات کا خیال کیا اور بتایا کہ الہام کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اگر کسی انسان کے اندر کسی چیز کے پانے کی اہلیت اور فطرت ہو مگر اسے خیال ہی نہ ہو کہ یہ چیز مجھے مل سکتی ہے، تو وہ اس کے لئے کیا کوشش کرے گا۔ کسی کے گھر میں خزانہ ہو مگر اسے کوئی علم تک نہ ہو تو اس سے اس کو کیا فائدہ ہوگا۔ پس قوتیں تو سب میں موجود ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہر دماغ میں الہام پانے کی قابلیت رکھی ہے۔ مگر یہ ملتا اُمید اور توکّل کے نتیجہ میں ہے اور آپ نے ساری دنیا کے اندر اسکی اُمید پیدا کی کہ اس کے لئے اب بھی الہام کا دروازہ کھلا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ الہام کے لئے اُمید اور توکّل ہی دروازہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہی اس سے سلوک کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے۔ اَنَا عِنۡدَظَنِّ عَبۡدِیۡ بِیۡ ۲۵ یعنی میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرتا ہے، میں اس سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ الہام کا دروازہ بند ہے تو میں بھی کہتا ہوں کہ اچھا بند ہی سہی۔ اور اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا سے مل کر رہیں گے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اچھا، آؤ مل لو۔ آپ نے یہ روحانی امید دلائی اور توکّل کا دروازہ کھول دیا۔

غرباء کی امداد کا مکمل انتظام

جسمانی طور پر بھی اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ سب مذاہب نے صدقہ و خیرات کا حکم دیا ہے مگر جب تک ایک نظام کے ماتحت یہ کام نہ ہو مکمل نہیں ہو سکتا۔ ہر کوئی کہہ دے گا کہ اچھا دیدیں گے کب دیں گے، کیا دیں گے اس کے متعلق کوئی علم نہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ایسے قوانین دیئے ہیں کہ ہر وہ شخص جس میں طاقت اور استطاعت ہے، مجبور ہے کہ ان محتاجوں کے لئے جن کے کام کرنے کے سامان نہیں، ہر سال ایک مقررہ رقم ادا کرے جو ایک جگہ جمع ہو اور جو جملہ محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اس طرح غرباء کو اوپر اٹھایا جائے۔ اور یہ بھی رحمانیت کے ماتحت کام ہے۔ وقت نہیں ورنہ اگر اس کی تفصیلات بیان کی جائیں تو معلوم ہو کہ آپؐ نے اس سے کس طرح چوری، ڈاکہ اور فسادات وغیرہ کا دروازہ بند کر دیا۔

صِفتِ رحیمیّت کا مظہرِ اتم

تیسری صفت رحیمیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کام کا اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ دیا جائے۔ اچھے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے احسانات کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے جناب والا، تو وہ کوشش کرے گا کہ جواب میں اس کا بدلہ ادا کرے اس لئے کہے گا آیئے تشریف لایئے، سر آنکھوں پر آیئے۔ ایک کہتا ہے آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ دوسرا کہتا ہے میں کیا ہوں آپ کا مقابلہ مَیں کسی طرح بھی نہیں کر سکتا۔ مگر یہ تہذیب اسی حد تک ہے کہ اپنا نقصان نہ ہو جب ذاتی نقصان کا موقع ہو تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ دہلی والے میرزا صاحب کہلاتے ہیں اور لکھنوی میر صاحب اور دونوں تہذیب اور وضع داری میں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی موقع پر ایک لکھنوی میر صاحب اور دہلوی مرزا صاحب سٹیشن پر اکٹھے ہو گئے اب دونوں نے خیال کیا کہ اپنی تہذیب کا پوری طرح مظاہرہ کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ دوسرا بدتہذیب سمجھے اور اس لئے گاڑی کے سامنے کھڑے ہو کر میر صاحب کہہ رہے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب سوار ہو جیئے اور ساتھ جھکتے بھی جاتے ہیں۔ اور میر صاحب اس سے بھی زیادہ جُھک کر کہہ رہے ہیں کہ آپ تشریف رکھیئے میں ناچیز پیش قدمی کرنے کا حقدار نہیں۔ لوگ گاڑی میں سامان لادتے اور بیٹھتے جاتے ہیں۔ مگر یہ دونوں دروازے کے سامنے کھڑے اپنی تہذیب کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ لیکن جونہی گاڑی نے سیٹی بجائی ایک نے دوسرے کو وہ دھکّا دیا کہ کمبخت آگے سے نہیں ہٹتا گھسنے بھی دے گا یا نہیں۔ تو جہاں قربانی کا موقع آتا ہے سب تہذیب دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

نقصان اُٹھا کر بدلہ

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقصان اُٹھا کر ایک بدلہ رحیمیّت کا دیا ہے۔ ہر نبی نے آپ کے متعلق پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ ایک ایسا شخص آئے گا اور لوگوں نے ان سے فائدہ اُٹھایا ہوگا۔ اوّل تو اسلام کی تعلیم کو دیکھ کر مسلمان ہونے والوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کی تعداد جو ایسی پیشگوئیوں کی وجہ سے ایمان لائے، بہت ہی کم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم اور حسنِ اخلاق سے جن لوگوں کو کھینچا، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر پھر بھی آپ نے اپنا نقصان کر کے اس کا بدلہ ادا کیا ہے کیونکہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ پہلے انبیاء بھی راستباز تھے تو یہ جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے کہ پھر آپ کی کیا ضرورت تھی۔ اگر آپ یہ کہہ دیتے کہ پہلے سب چور اور بٹمار تھے اور میں نبی ہوں کیونکہ دنیا کو ایک نیک راہ نما کی ضرورت تھی تو آپ کے لئے بہت آسانی رہتی۔ مگر نہیں، آپ نے اس احسان کا بدلہ دینے کے لئے فرمایا کہ اِنۡ مِّـنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلاَ فِیۡهَـا نَـذِیۡـرٌ ۲۶ ان نبیوں کے کہنے سے تو شاید اب بیس یا سَو دو سَو لوگ ہی داخلِ اسلام ہوئے ہونگے مگر آپؐ نے کروڑہا انسانوں سے ان کی تقدیس منوا دی اور اس طرح اس معمولی سے احسان کا اتنا شاندار بدلہ دیا اور خود نقصان اُٹھا کر دیا۔ خود ان کی قوموں نے ان پر اعتراض کئے مگر آپ نے ان کو دور کیا اور فرمایا کہ ان میں عیب ظاہر کرنے والا خود عیبی ہے۔

غرباء کو بدلہ

انبیاء کی جماعتوں میں پہلے ہمیشہ غرباء ہی داخل ہوتے ہیں چنانچہ ہرقل نے بھی ابوسفیان سے یہی پوچھا تھا کہ فَـأَشۡـرَافُ النَّاسِ یَتَّبِعُوۡنَهٗ أَمۡ ضُـعَفَائُهُـمۡ ۲۷ مگر جب جماعت قائم ہو جاتی ہے اور روپیہ وغیرہ آنے لگے تو ان کے رشتہ دار مالک بن بیٹھتے ہیں اور آپس میں بانٹ لیتے ہیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ جو اموال آئیں، میری اولاد خواہ غریب ہی ہو اس کا ان پر کوئی حق نہ ہوگا ۲۸۔ غرباء نے دین کی خدمت کی تھی اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی احسان نہ تھا۔ ظاہر میں وہ بے شک آپ کی مدد کرتے تھے مگر اصل میں یہ ان کی اپنی جانوں کی مدد تھی مگر پھر آپ نے ان کی اِس برائے نام امداد کا اس قدر لحاظ کیا کہ فرمایا کہ ہم اپنی اولاد کا حق بھی خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو ان کو دیتے ہیں۔

صفتِ مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡن

چوتھی صفت اس میں مٰلِکِ یَـوۡمِ الـدِّیۡن ۲۹ بیان کی گئی ہے اور مالک وہ ہوتا ہے جو اپنی چیز کا پہلے سے فکر کرے۔ نوکر تو کہہ دے گا دیکھا جائے گا مگر مالک تمام باتوں کا پہلے سے خیال کرے گا کہ کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اس طرح مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ٹھہرے کہ جتنی غلطیاں انسان سے سرزد ہو سکتی ہیں ان سے روکنے کے طریق بتائے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ ایک جج چوری کرنے والے کو سزا دے دیتا ہے مگر ان وجوہ کو ناپید کرنے کے لئے کوئی انتظام نہیں کرتا جو چوری کا باعث ہوتی ہیں۔ باقی مذاہب نے یہ تعلیم تو دی ہے کہ شرارت کرنے والے کو سزا دی جائے مگر آپ نے شرارت کا دروازہ بند کیا ہے۔ ایک طرف آپ نے استغناء پیدا کیا اور فرمایا حریص نہ ہو۔ پھر اس خیال سے کہ غریب احتیاج کے باعث کسی چوری وغیرہ پر مجبور نہ ہو جائے، زکوٰۃ اور صدقات کا انتظام فرمایا۔ بعض مذاہب نے حکم دیا ہے کہ بدکاری نہ کرو مگر آپؐ نے حکم دیا کہ بدنظری نہ کرو ۳۰ جو بدکاری کا اصل باعث ہے اور پھر ضرورت کے نہ پورا ہو سکنے کی صورت میں انسان کو بداخلاقی سے بچانے کیلئے چار تک شادیوں کی اجازت دی۔ ۳۱ گویا جج والا نہیں بلکہ مالک والا معاملہ کیا۔ کوئی مالک یہ نہیں کرتا کہ نوکر میرے جانوروں کو مارے گا تو اسے سزا دوں گا بلکہ وہ اسے پہلے سے روکتا ہے کہ جانوروں پر سختی نہ کرنا۔ آپ چونکہ صفتِ مالک کے مظہر تھے، اس لئے ہم سے زیادہ ہماری خیر خواہی کرتے تھے۔ ایک صحابی دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو جاگتے تھے۔ آپؐ نے انہیں منع کیا اور فرمایا کہ تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے، ہمسایہ کا حق ہے، اور لِـنَـفۡسِکَ عَـلَیۡکَ حَقٌّ ۳۲ یعنی تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ گویا جس طرح مالک نوکر کو کہتا ہے کہ میرے گھوڑے کو تیز مت چلاؤ، اس طرح آپؐ نے بھی کہا۔

صِفاتِ الٰہی کا مکمل مظہر

یہ مضمون اس قدر وسیع ہے کہ اس وقت اشارات کے سِوا کچھ بیان کرنا ناممکن ہے اور یہ چاروں صفات آپ کے اندر ایسے طور پر پائی جاتی ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کامل، اکمل بلکہ مکمل انسان تھے یعنی دوسروں کو بھی

Vol. 18 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 02
,Ahmadiyya Muslim Jamaat,National Shoba Tasneef, , Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652,Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

کامل بنانے والے۔ پس ہر انسان جو خوبی اور حسن کو دیکھنے والا ہے' اسے ان کی قدر کرنی چاہیئے ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا

آخر میں مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس غرض کے لئے ہم نے یہ دن قائم کیا ہے یعنی مختلف اقوام میں محبت واُلفت پیدا کرنا' وہ اس سے پوری طرح حاصل ہو۔ لوگوں کے اندر حسن کو دیکھنے کی عادت اور اہلیت پیدا ہو۔ حسنِ ظاہری کو تو سب دیکھتے ہیں مگر اصلی حسن کو دیکھنے والے بہت کم ہیں ۔ اعلیٰ صداقت اور اعلیٰ اخلاق کو کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے مظہر یعنی انبیاء پیدا کئے تھے' لوگوں میں انہیں دیکھنے کی عادت نہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس حالت کو دور کر دے تا لوگ اس کے نور کو دیکھ سکیں ۔ اور ہندو' سکھ' عیسائی' زرتشتی سب میں محبت پیدا ہو وہ انبیاء کے حسن کو دیکھ سکیں ۔ ہر قوم میں جو اچھے نمونے ہیں' ان سے سبق حاصل کر سکیں ۔ بدھ' کرشن اور زرتشت غرضیکہ سب انبیاء کی زندگی میں ایسے واقعات ہیں جن سے مسلمان سبق حاصل کر سکتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ حسن پیدا کیا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو توفیق دے کہ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں ۔ رسول کریم ﷺ تو سب کیلئے مطاع اور سب کی خوبیوں کے جامع ہیں ۔ لیکن ان کے نمونے ہر قوم میں ہیں ۔ پس ہر حسن کو دیکھو اور ہر نیکی پر نگاہ ڈالو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلح کا شہزادہ کہا گیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو توفیق دے کہ وہ اس بات کو سمجھ سکیں کہ صلح کا یہی رستہ ہے ۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ دنیا میں صلح و آشتی پیدا کر سکیں اور ہر قسم کی ٹھوکروں سے محفوظ رکھے ۔ (آمین)

(اسوۂ کامل ۔ انوار العلوم جلد ۱۳ ۔ صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۴)

---

۲۴ الحجرات: ۱۴
۲۵ بخاری کتاب التوحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ
۲۶ فاطر: ۲۵
۲۷ بخاری کتاب بدء الوحی
۲۸ بخاری کتاب الزّکوٰۃ باب مَا یُذْکَرُ فی الصدقۃ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَاٰلِہٖ
۲۹ الفاتحۃ: ۴
۳۰ النّور: ۳۱'۳۲
۳۱ النساء: ۴
۳۲ بخاری کتاب الادب باب حق الضیف میں یہ الفاظ ہیں فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا

بقیہ صفحہ ۲ رعایت اس حکمت کے ماتحت رکھی گئی ہے کہ تا اگر فریقین کے خاندانوں میں اصلاح کی حقیقی امید موجود ہو تو بلا وجہ قتل کی سزا پر زور دے کر دو خاندانوں کو انتقام در انتقام کے چکر میں نہ ڈالا جائے ۔

اور قتل کے ساتھ ''ناحق'' کی شرط اس لئے رکھی گئی ہے کہ تا جنگ میں قتل ہونے والوں یا حکومت کے قانون کے ماتحت قتل کی باضابطہ سزا پانے والوں کی استثناء قائم رہے ۔ قتلِ ناحق میں ایسے قتل بھی شامل ہیں جو بعض مغلوب الغضب افراد یا مذہبی دیوانے کسی شخص کو بزعمِ خود قتل کی سزا کا مستحق سمجھ کر اُسے باضابطہ عدالت میں لے جانے کے بغیر خود بخود قتل کر دیتے ہیں ۔ اسلام اس قسم کی دست درازی اور قانون کو اپنے ہاتھ لینے کے طریق کو بھی بڑی سختی کے ساتھ روکتا ہے ۔ کیونکہ اس قسم کے حکم کے بغیر بھی ملک کا امن قائم نہیں رہ سکتا درحقیقت قتلِ ناحق کے جرم کو اسلام نے انتہا درجہ خطرناک قرار دیا ہے حتیٰ کہ ایک جگہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ جس شخص نے ایک جان کو ناحق قتل کیا ۔ اس نے گویا سارے جہاں کو قتل کیا ۔ کیونکہ ناحق قتل کے نتیجہ میں نہ صرف انتقام در انتقام کا لمبا تسلسل اور گندہ دَور قائم ہو جاتا ہے بلکہ ملکی قانون کا احترام بھی بالکل مٹ جاتا ہے اور اس قسم کے واقعات کے نتیجہ میں انسانی ضمیر دہشت زدہ ہو کر آہستہ آہستہ بالکل مر جاتا ہے ۔ پس ضرور تھا کہ قتل کو انتہا درجہ کے جرموں میں شمار کیا جائے ۔

چوتھی بات اس حدیث میں سُود بیان کی گئی ہے بیشک صدیوں کے غیر اسلامی اسلامی ماحول کی وجہ سے آج کل سُود قریباً ساری دنیا کے اقتصادی نظاموں کا جزو لاینفک قرار پا چکا ہے اور خود مسلمانوں کا ایک معتد بہ حصہ بھی اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ملوّث ہے ۔ مگر اس میں ذرہ بھی شبہ نہیں کہ سود ایک بھاری لعنت ہے جو نہ صرف انسانی ہمدردی اور موالات کے جذبات کے لئے تباہ کن ہے ۔ بلکہ دنیا میں جھگڑوں اور لڑائیوں کی آگ کو بھڑکانے کا بھی بہت بڑا موجب ہے ۔ سود کے نتیجہ میں (۱) انسانی فطرت کے لطیف اخلاق تباہ ہوتے ہیں (۲) اپنی طاقت سے زیادہ قرض برداشت کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور (۳) لڑائیوں اور جنگوں کو ناواجب طول حاصل ہوتا ہے کیونکہ دشمنی کے جوش میں اندھے ہو کر لوگ بے تحاشہ قرض لیتے اور لڑائی کی آگ کو بپا کرتے چلے جاتے ہیں ۔ اس لئے اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر قرضہ کے لین دین کو ذیل کی تین صورتوں میں محدود کر دیا ۔ (اوّل) سادہ قرضہ جسے عرفِ عام میں قرضہ حسنہ کہتے ہیں ۔ جس طرح ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو یا ایک دوست دوسرے دوست کو یا ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو ضرورت کے وقت قرضہ دیتا ہے (دوسرے) قرضہ بصورت رہن یعنی اپنی کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ رہن رکھ کر اس کی ضمانت پر کچھ رقم قرض لے لی جائے اور (تیسرے) تجارتی شرکت یعنی کسی شخص کو اپنا روپیہ تجارت یا صنعت وحرفت کی صورت دے کر اس کے ساتھ نفع ونقصان میں شرکت کا فیصلہ کر لیا جائے ۔ ان تین صورتوں کے سوا اسلام کسی اور قرض کی اجازت نہیں دیتا اور سود کے لینے اور دینے کو (خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ) حرام اور ممنوع قرار دیتا ہے ۔ یہ خیال کرنا کہ سود کے بغیر گزارہ نہیں چلتا ایک باطل خیال ہے جو محض آج کل کے باطل ماحول کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ۔ ورنہ اسلامی غلبہ کے زمانہ میں دنیا کی وسیع تجارت سود کے بغیر ہی چلتی تھی اور انشاء اللہ آئندہ بھی جب کہ اسلام کے دوسرے غلبہ کا دور آئے گا اور لوگ ٹھوکریں کھا کھا کر بیدار ہوں گے پھر اسی طرح چلا کرے گی ۔

پانچویں بات یتیم کا مال کھانا بیان کی گئی ہے ۔ یہ گناہ بھی خاندانوں اور قوموں کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں ایک تو قوم کے نونہال تباہ ہوتے ہیں دوسرے ہمدردی کا جذبہ مٹتا اور بددیانتی کا جذبہ ترقی کرتا ہے تیسرے کمزور جنس پر ظلم کا رستہ کھلتا ہے اور چوتھے قوم میں سے قربانی کی روح بھی مٹنی شروع ہو جاتی ہے ۔ یقیناً اس قوم کے افرد کبھی بھی جرأت کے ساتھ قربانی کی طرف قدم نہیں اٹھا سکتے جن کی آنکھوں کے سامنے یتیموں کے لٹنے اور برباد ہونے کے نظارے پیش آتے رہیں کیونکہ اس صورت میں طبعاً ان کے اندر یہ ڈر پیدا ہو گا کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے یتیم بچوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو گا ۔ پس یتیموں کی ہمدردی اور یتیموں کے مال کی حفاظت اسلام میں ایک نہایت اہم ذمہ داری قرار دی گئی ہے اور قرآن شریف نے اس پر انتہائی زور دیا ہے ۔

چھٹی بات لڑائی کے میدان میں دشمن کو پیٹھ دکھانا ہے یہ کمزوری بھی قوموں کی تباہی میں بھاری اثر رکھتی ہے حق یہ ہے کہ کوئی بزدل قوم زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتی اور بڑی آسانی سے ظالم اور جابر قوموں کی شکار ہو جاتی ہے اس لئے اسلام نے میدانِ جنگ میں پیٹھ دکھانے اور بھاگنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے ۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ ۔ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ (سورۃ الانفال:۱۶ ۔ ۱۷) یعنی اے مومنو! جب تم کافروں کے سامنے لڑائی میں صف آراء ہو تو پھر کسی حال میں بھی انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ اور جو شخص ایسے مقابلہ میں پیٹھ دکھائے گا سوائے اس کے کہ وہ کسی جنگی تدبیر کے طور پر ادھر اُدھر جگہ بدلنے کا طریق اختیار کرے یا مومنوں کی کسی دوسری پارٹی کے ساتھ ملاپ پیدا کر کے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہے تو وہ خدا کے غضب کو اپنے سر پر لے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے آج کے بظاہر ترقی یافتہ زمانہ میں بھی کوئی آزمودہ کار جرنیل اپنی فوج کو اس سے بہتر ہدایت نہیں دے سکتا ۔

ساتویں اور آخری بات اس حدیث میں بے گناہ مومن عورتوں پر بہتان بیان کی گئی ہے اور یہ بات بھی حقیقۃً قومی اخلاق کو سخت صدمہ پہنچانے والی ہے مگر افسوس ہے کہ بے شمار لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ بہتان والی باتوں کو شوق اور دلچسپی سے سنتے اور پھر انہیں اس طرح ہوا دیتے ہیں کہ وہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی اور معصوم دلوں کو تباہ کرتی چلی جاتی ہیں ۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو بعض لحاظ سے اصل بے حیائی کی نسبت بھی بے حیائی کا چرچا سوسائٹی کے لئے زیادہ مضر ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں کمزور لوگوں کے دل مسموم ہوتے اور بدی کا رعب مٹتا ہے بے حیائی کا فعل اگر اس کا علم صرف دو انسانوں تک محدود رہے تو باوجود ایک انتہائی گناہ ہونے کے بہر حال اپنے اثرات کے لحاظ سے محدود ہوتا ہے لیکن جب اس کا چرچا لوگوں کی زبانوں پر ہونے لگے تو کئی کمزور نوجوان اس کے گندے اثر سے متأثر ہونے لگتے ہیں اور بدی کا وہ قدرتی رعب جو فطرت انسانی کا حصہ اور بدی کو روکنے کا ایک زبردست آلہ ہے کمزور پڑنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے اسلام نے جہاں اصل بدی کو روکا ہے وہاں اس نے بہتان تراشی اور بدی کے چرچے کا رستہ بھی بڑی سختی کے ساتھ بند کیا ہے اور یہی وہ حکمت کی راہ ہے جو قوم میں حقیقی اصلاح کی موجب ہو سکتی ہے ۔

پھر اگر اخلاق واطوار کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے اس حدیث پر نظر ڈالی جائے تو اس حدیث کی ایک اور خوبی بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں ایمانیات اور اخلاقیات اور قیامِ امن اور اقتصادیات اور کمزوروں کے حقوق کی حفاظت اور قومی بقاء اور بے حیائی کے انسداد کو نہایت لطیف رنگ میں مدّنظر رکھا گیا ہے مثلاً شرک سے اجتناب کرنے کا ذکر ایمان کی حفاظت کی غرض سے داخل کیا گیا ہے ۔ سحر کی حرمت کو کیریکٹر کی بلندی اور عادات کی صفائی کے پیش نظر شامل کیا گیا ہے قتل ناحق کے ذکر کو امنِ عامہ کی غرض سے داخل کیا گیا ہے ۔ سود کی حرمت کو اقتصادی اصلاح کی بناء پر شامل کیا گیا ہے ۔ یتیم کی حفاظت کے حکم کو کمزوروں کے ساتھ عدل وانصاف کے قیام کی غرض سے داخل کیا گیا ہے اور بہتان تراشی کی حرمت کو بے حیائی کے سدباب کیلئے داخل کیا گیا ہے اس طرح ہمارے آقا ﷺ نے ہمارے لئے درحقیقت اس زریں ہدایت کے ذریعہ دریا کو کوزے میں بند کر کے محفوظ کر دیا ہے ۔

(چوالیس جواہر پارے صفحہ ۷۳ تا ۷۸)